ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

شیخ سر عبد القادر۔ ایک ہمہ جہت شخصیت

SHEIKH SIR ABDUL QADIR VERSATILE PERSONALITY

*محمد اکرام الحق

**ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو

Abstract:

*One of the most important figures born in the nineteenth century was Sheikh Sir Abdul Qadir. He was born on March 15, 1874 in Ludhiana, India. Creative abilities were endowed by nature. He turned Urdu literature upside down in the twentieth century due to his God-given talents and showed the way to modernity by putting behind the traditions of the ancient Greek, Latin class of emperors. He started the magazine "**Makhzan**" and started a romantic era in science literature and Urdu literature and laid the foundation of a new literary revolution in India. Born in the last quarter of the nineteenth century, this great grandson not only excelled creatively, artistically, literary and socially in science and Urdu literature in the twentieth century, but also played an outstanding role as a member of the Punjab Legislative Council. In the first year of the first decade of the twentieth century, Villa "Makhzan" became a pioneer for later literary journals, and these journals also adopted the style of "Makhzan" in an effort to promote new aspects of literature. Sheikh Abdul Qadir's mind was fertile and revolutionary, he wanted newness and dynamism in life and literature. He wanted to promote literature that is not literature for literature but literature for life, which makes lives meaningful. Eliminate stagnation and create mobility. Shape lives into a template that can revolutionize society as a whole.*

Keywords: *nineteenth century, Makhzan, Legislative Council, dynamism, eliminate stagnation, template, revolutionize*

انیسویں صدی میں جنم لینے والی اہم شخصیات میں سے ایک شخصیت شیخ سر عبد القادر کے نام سے مشہور زمانہ ہوئی۔ جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر بیسویں صدی میں اردو ادب کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور قدیم یونانی، لاطینی طبقہ امراء کی روایات پس پشت ڈال کر اسے جدیدیت کی راہ دکھائی۔ اس نے رسالہ "مخزن" کا اجراء کر کے علم و فن اور اردو ادب میں رومانوی دور کا آغاز کیا اور ہندوستان میں ایک نئے ادبی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ رسالہ "مخزن" کے حوالے سے ڈاکٹر انور سدید نے اپنی کتاب "اردو ادب کی تحریکیں" میں لکھتے ہیں:

> "بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر میں ایسی فضا مرتب ہو چکی تھی جس میں رومانیت پھل پھول سکتی تھی۔ چنانچہ جب اپریل 1901ء میں "مخزن" کا اجراء ہوا اور اس نے روش عام سے ہٹ کر جذبہ اور تاثر کو ملکوتی زبان میں میں پیش کرنا شروع کیا تو اس عہد کے بیش تر نوجوان ادبا مخزن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس دور میں جو ادبا مخزن کے صفحات سے نمایاں ہوئے ان میں اقبال، ابوالکلام آزاد، سجاد حیدر یلدرم، آغا شاعر قزلباش، ظفر علی خاں، مرزا محمد سعید، خوشی محمد ناظر، غلام بھیک نیرنگ، مہدی افادی، لطیف الدین احمد، خواجہ حسن نظامی اور شیخ عبد القادر کے اسما بے حد اہم ہیں۔ ان ادبا نے اردو زبان کو ایک خاص قسم کی لطافت سے آشنا کیا اور طاقتور متخیلہ کے بل بوتے پر رومانی تصورات کو فروغ دینے کی سعی کی"(۱)

انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں جنم لینے والے اس عظیم سپوت نے بیسویں صدی میں نہ صرف علم و فن اور اردو ادب میں تخلیقی، فنی، ادبی اور سماجی طور پر اپنا لوہا منوایا بلکہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے بھی بہترین کردار ادا کیا۔

---

*پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

شیخ سر عبدالقادر 15 مارچ 1874 کو لدھیانہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ فتح الدین لدھیانہ میں سرکاری محکمہ مال میں بحیثیت قانون گوڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ جب کہ ان کے آباواجداد قصور شہر میں رہائش پذیر تھے۔ تخلیقی صلاحیتیں قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی تھیں۔ انھیں کی بدولت شیخ سر عبدالقادر نے آپ بیتی پر ایک مضمون بعنوان "بڑوں کا بچپن۔۔۔ شباب سے پہلے" لکھا جس کو آغا شید اکاشمیری نے تالیف کر کے مطبع عثمانی کراچی سے شائع کروایا۔ محمد حنیف شاہد نے اپنی کتاب بعنوان "مقالات شیخ عبدالقادر" میں اس مضمون کو "شباب سے پہلے" کے نام سے شامل کیا ہے۔ اس مضمون سے شیخ سر عبدالقادر کے بچپن کی جھلک ملاحظہ ہو:

> "بچپن کا اصل لطف اس وقت شروع ہوتا ہے جب بچہ چلنے لگتا ہے اور کھیل کود کا وقت شروع ہوتا ہے۔ مجھے خدا نے زندگی کی بہت سی نعمتیں بخشیں مگر بچپن کی نعمت ذرا ادھوری سی رہی۔ میں اپنے ماں باپ کی آخری اولاد تھا اور اُن کے بڑھاپے میں پیدا ہوا تھا۔ اس لیے گھر بھر میں سب مجھ سے بڑے تھے اور میں گھر میں اکیلا بچہ تھا۔ میرے والد مرحوم اس وقت بسلسلہ ملازمت لودھیانہ میں رہتے تھے۔"(۲)

یہ مضمون ان کے بچپن کی زندگی کا عکاس ہے۔ گھر میں کوئی ان کا ہم جولی نہ تھا جس کے ساتھ کھیل کر وہ اپنے بچپن کو یادگار بناتے۔ بہن بھائی اس سے بہت بڑے تھے اور شادی شدہ تھے۔ اس طرح ان کا بچپن اور لڑکپن تنہائی کا شکار رہا۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> "جب میرے والد کام پر چلے جاتے تھے اور میری والدہ مرحومہ گھر کے کام کاج میں لگ جاتی تھیں تو میرے ساتھ کھیلنے والا یا مجھ سے بات چیت کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ میری دو بیاہی ہوئی بہنیں گھر میں تھیں مگر ان میں سے ایک مجھ سے کوئی بیس برس بڑی تھی اور دوسری کوئی پندرہ برس، اس لیے سوائے اس کے کہ وہ کسی وقت ادھر اُدھر آتے جاتے میرے سر پر ہاتھ پھیر جائیں، انھیں اپنے کام رہتے تھے، میں گھر کے صحن میں کسی ایک طرف بیٹھا اپنا دل بہلاتا رہتا تھا۔ خیالی طور پر سوچتا تھا کہ میں بڑا ہو گیا ہوں اور میرے بہت سے دوست ہیں۔"(۳)

ان کے مضمون سے ان کی تعلیم وتربیت اور دینی تعلیم کے حوالے سے بھی بھرپور معلومات ملتی ہیں۔ کہ کس سے قرآن پاک پڑھا؟ بغدادی قاعدہ کس نے پڑھایا؟ ناظرہ قرآن کس نے؟ اور کتنے عرصہ میں ناظرہ پڑھا؟ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "جب میں چار برس چار مہینے اور چار دن کا ہوا تو میری بڑی بہن نے مجھے بغدادی قاعدہ پڑھانا شروع کیا۔ میں چند دنوں میں ہی حرف شناس ہو گیا اور مجھے ایک مولوی صاحب کے ہاں قرآن مجید پڑھنے کے لیے بھیجا جانے لگا۔ میرا دن قدرے مصروف ہونا شروع ہوا اور تنہا اکیلے کسی جگہ، مولوی صاحب کے گھر میں جانا وہاں سے پچھلے پہر واپس آنا کا ایک مشغلہ سا بن گیا۔ میں نے چھ مہینے میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا۔"(۴)

سر شیخ عبدالقادر کے تعلیمی سفر کا آغاز لودھیانہ شہر کے ابتدائی مدرسہ سے ہوا۔ ابھی وہ پانچویں جماعت میں پڑھ رہے تھے کہ ان کے والد ریٹائرڈ ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر دس برس تھی۔ والد ریٹائرڈ ہونے کے بعد ہمیں لے کر اپنے بزرگوں کے وطن ضلع لاہور کے شہر قصور میں آ گئے۔ قصور میں تین سال رہے وہاں سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پھر والد ہمیں لاہور لے آئے۔ اس بارے میں وہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> "ناظرہ قرآن ختم کے بعد شہر کے ابتدائی مدرسے میں داخل ہو گیا۔ میں ابھی پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا اور میری عمر دس سال کے قریب تھی کہ میرے والد پنشن لے کر اپنے بزرگوں کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

وطن قصور آ گئے جو ضلع لاہور میں ایک مشہور اور پُرانا شہر ہے اور میں وہاں کے مدرسے میں پڑھنے
لگا۔ میں کوئی تین سال تک قصور میں رہا اور وہاں سے مڈل پاس کر کے لاہور آ گیا۔"(۵)

شیخ عبدالقادر نے سنٹرل ماڈل سکول لاہور سے 1890 میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔1893 میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے رکن منتخب ہوئے۔1893 میں ہی ینگ مینز محمڈن ایسوسی ایشن لاہور کے رکن بنے۔ انہوں نے1894 میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔اس امتحان میں انہوں نے پانچویں پوزیشن حاصل کی اور "البرٹ وکٹر پیٹالہ سکالرشپ نامی" کے حق دار قرار پائے۔

1895 میں انگریزی ہفت روزہ اخبار "پنجاب آبزرور" میں بہ طور اسسٹنٹ ایڈیٹر تقرر ہو گیا۔ تین سال کے بعد اس کے چیف ایڈیٹر بن گئے، بعد میں اس کا نام صرف "آبزرور" رہ گیا۔ محمد حنیف شاہد اس بارے میں لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالقادر کی زندگی کا ایک نہایت نمایاں قابل ذکر اور تاریخ ساز پہلو ان کی صحافتی خدمات ہیں۔
جو انہوں نے "پنجاب آبزرور" کے نائب مدیر اور مدیر کی حیثیت سے انجام دیں۔"(۶)

1896 میں انجمن اسلامیہ پنجاب کے رکن و جائنٹ سیکرٹری بنے اور 1899 کو انجمن کے اعزازی جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔1900ء میں ندوۃ العلما لکھنو کے رکن بنے۔

ان دنوں ہندوستان میں ہندی زبان کے حامیوں نے ایک دستخطی مہم شروع کر دی تھی کہ سرکاری دفاتر میں ہندی زبان رائج کی جائے۔ ہندوستان میں انگریز حکمرانوں نے ہندی زبان کو رائج کرنے کے لیے 18 اپریل 1900ء کو ایک مراسلہ کے ذریعہ اتر پردیش کی عدالتوں میں ہندی رسم الخط جاری کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے تحریک چلائی گئی اور شدید نوعیت کا احتجاج کیا گیا۔ شیخ عبدالقادر، محسن الملک، ڈاکٹر علامہ اقبال، غلام بھیک نیرنگ اور دیگر رہنماؤں نے اردو زبان کے دفاع کے حق میں بھرپور تقاریر کیں۔ جو اس دور کے اخبارات میں شائع ہوئیں۔ اردو زبان کے دفاع اور ترویج و ترقی کے لیے کسی ایسے رسالہ کی ضرورت تھی جو بغیر کسی لگی لپٹی کے بے باکانہ انداز میں اردو کا مقدمہ لڑ سکے۔ اس ضرورت کے پیش نظر شیخ عبدالقادر نے "مخزن" نکالنے کا فیصلہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں نے ارادہ کیا کہ ایک ایسا رسالہ جاری کیا جائے جو مذہبی اور سیاسی بحثوں سے جو عموماً جھگڑوں کا
سبب بنتی ہیں، الگ رہ کر صرف ادبی خدمات تک اپنی مساعی محدود رکھے اور ہندو مضمون نگاروں کو
شرکت کار کے لیے صلائے عام ہے۔"(۷)

1901ء میں لاہور سے مجلہ "مخزن" کا اجرا ہوا۔ یہ شیخ عبدالقادر کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ جو ہندوستان میں اُردو بولنے والوں کی زبان بن گیا۔ اس کے ذریعے اُردو زبان و ادب کو فروغ ملنے لگا۔ اس مجلہ کے وہ خود ہی مالک اور مدیر تھے۔ محمد حنیف شاہد نے "مخزن دور جدید" میں مخزن کے پانچ ادوار کا ذکر کیا ہے۔ جن کو ڈاکٹر ہارون عثمانی نے اپنی کتاب "اُردو زبان و ادب کے فروغ میں مجلہ مخزن لاہور کا کردار" میں تھوڑی سی ترمیم کر کے یوں بیان کیا ہے:

"دور اورل: 1901 سے مئی 1912ء
دور دوم: جون 1912 سے جنوری 1922ء
دور سوم: مارچ 1927ء سے دسمبر 1930ء
دور چہارم: جنوری 1949 سے مئی 1951ء
دور پنجم: 2001ء بلکہ تاحال جاری ہے"(۸)

1901 تا 1904 تک "مخزن" ان کی ادارت میں شایع ہوتا رہا۔ اس کے بعد 1904 سے 1907 تک شیخ صاحب لندن میں رہ کر اس کی سرپرستی کرتے رہے۔ اور لاہور میں رسالہ کی دیکھ بھال اور دیگر امور کو شیخ محمد اکرام سرانجام دیتے رہے۔ 1907 سے 1910 تک اس کی اشاعت دہلی سے ہوتی رہی۔910 میں مخزن کو لاہور منتقل کر دیا گیا۔ شیخ صاحب اس کو 1912ء تک چلاتے رہے۔ بعد ازاں مخزن رسالہ کے کاپی رائٹ مولوی غلام رسول کو بعوض گیارہ سو روپے میں دے دیئے۔ شیخ عبدالقادر اس رسالے کے 1912 تک مالک رہے۔ جب کہ 1914 تک ان کی زیر ادارت چلتا رہا۔ اس حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

"لیکن عملاً جون 1912ء سے مخزن مولوی غلام رسول کے حوالے تھا، جب انہوں نے مخزن کا کاپی رائٹ گیارہ سو روپے میں شیخ عبدالقادر سے خرید اتھا۔"(۹)

مزید دیکھئے:

"مخزن اپریل 1914ء تک شیخ عبدالقادر کی زیر ادارت چلتا رہا۔ جولائی 1912ء تا نومبر 1912ء شیخ غلام محمد طور، شیخ عبدالقادر کی معاونت کرتے رہے۔ مئی 1914ء میں شیخ عبدالقادر کا نام نامی بحیثیت آنریری ایڈیٹر چھپنے لگا۔ فروری 1915ء سے میر نثار علی شہرت نے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر معاونت شروع کر دی۔"(۱۰)

رسالہ "مخزن" رومانوی تحریک کا نقیب بن کر سامنے آیا۔ خصوصاً اس ضمن میں شیخ عبدالقادر کی کاوشیں اور کردار لائق تحسین ہے۔ "مخزن" میں بلا تفریق مذہب وملت، رنگ و نسل سب کی تحریریں حصہ بنیں۔ جن سے رومانوی افکار کو فروغ ملا اور مدیر "مخزن" شیخ عبدالقادر ایک اہم رومانوی نقاد کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ "مخزن" نے متنوع موضوعات (جدید نظم، فلسفہ، سائنس، ہیت کے نئے تجربات، تراجم، نثری تخلیقات وغیرہ) کی اشاعت سے ایک نئے رجحان، کی طرح ڈالی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "مخزن" کی تتبع میں حسرت موہانی نے "اردوئے معلیٰ" دیا نرائن نگم نے "زمانہ"، سید سلیمان ندوی نے "معارف" وغیرہ اہم رسائل جاری کیے۔

ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ اپنے مضمون "شیخ سر عبدالقادر شخصیت اور فن" میں لکھتی ہیں:

"بیرسٹر شیخ سر عبدالقادر ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ دیگر سرکاری و غیر سرکاری مصروفیات کے ساتھ ساتھ برصغیر کے پس ماندہ عوام میں تعلیمی شعور اجاگر کرنے اور اردو زبان کی ترویج وترقی کے لیے ان کی سعی و کوشش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لندن کے زمانہ قیام میں ہندوستانی سپیکنگ یونین کا انعقاد، کا مقصد دیار غیر میں اردو زبان و ادب کو متعارف کرانا اور یہ احساس بیدار کرنا تھا کہ اردو زبان ہر قسم کے ادبی، مذہبی، سیاسی و سائنسی خیالات و نظریات ادا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔ پھر ان کی جانب سے دسمبر 1908ء میں "اردو سبھا" کے قیام میں بھی اردو زبان کی ترویج وترقی ہی پیش نظر تھی۔ اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے ان کی سب سے اہم کوشش "مخزن" کا اجرا تھا (۱۱)"

بیسویں صدی کے پہلے دہے کے پہلے سال میں نکلنے والا "مخزن" بعد میں جاری ہونے والے ادبی رسائل کے لیے سرخیل بنا اور ان رسائل میں بھی "مخزن" کے اسلوب کو اپنا کر ادب کی نئی جہتوں کی ترویج وترقی کے لیے کاوشیں کی گئیں۔ شیخ عبدالقادر کا ذہن زرخیز اور انقلابی تھا، وہ زندگی اور ادب میں نیا پن اور تحرک چاہتے تھے۔ وہ ایسے ادب کی ترویج کے متمنی تھے، جو ادب برائے ادب نہ ہو بلکہ ادب برائے زندگی ہو، جو زندگیوں کو با مقصد بنائے۔ جمود کو ختم کر کے تحرک کا سامان پیدا کرے۔ زندگیوں کو ایک سانچے میں ڈھال دے کہ جس کے ذریعے سے پورے معاشرے میں انقلاب برپا ہو جائے۔ انھیں خطوط پر انہوں نے خود بھی لکھا اور دوسروں کو بھی لکھنے کی ترغیب دی۔ رسالہ "مخزن" میں نظم ونثر، دونوں اصناف میں مواد شایع ہوا۔ نثری مضامین زیادہ شایع ہوئے۔ "مخزن" میں شایع ہونے والے مضامین کے حوالے سے محمد حنیف شاہد لکھتے ہیں:

"ان کے اپنے رسالے مخزن میں چھپنے والے مضامین کی تعداد 130 ہے۔ شیخ عبدالقادر نے اردو زبان وادب پر جو مضامین ومقالات لکھے وہ مجموعی طور پر دو سو سے زیادہ ہیں اور ان کا کل تحریری مواد چار پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔"(۱۲)

شیخ عبدالقاد کا اسلوب تحریر رومانوی تنقید کی ایک متوازن معیار کی مثال ہے۔ یہ اسلوب تحریر نہ تو دبستان سرسید کی طرح خشک اور بے جان ہے اور نہ آزاد کی طرح بہت مرصع بلکہ ان کی اچھی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس میں سادگی کے ساتھ ساتھ شگفتگی اور دل کشی بھی ہے اور ایک ادبی شان بھی۔ ان کا اسلوب تحریر نظریات وخیالات کی درست ادائیگی پر بھی قادر ہے۔ جو دوسروں کے لیے رہنما ٹھہرتا ہے۔ شیخ عبدالقادر کا ادب بہ طور مشغلہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

روزگار نہ تھا اور نہ ان کا پیشہ۔ ان کی تحریروں میں بندھا ٹکا رسمی تنقیدی انداز ملتا ہے اور نہ ہی علمی و فنی اصطلاحوں کی بھرمار۔ وہ زندگی کے اوائل میں ایک صحافی تھے اور یہ انداز، زندگی بھر ان کے ساتھ رہا۔ جس کا خاصہ ہے کہ ایسا عمومی انداز اختیار کیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک بات پہنچے۔

شیخ صاحب کا وسیع علمی و ادبی تناظر ان کے انداز کا دوسرا بڑا امتیاز تھا۔ انہوں نے خود کو تنقید کے مخصوص اور محدود نظریات کا پابند نہیں کیا لیکن ان کا گہرا شعور ان کو حاصل تھا۔ جس کا ثبوت ان کے ایک مضمون "ہماری شاعری میں ایک نیا میلان" اشاریت اور ابہام" میں نظر آتا ہے۔

شیخ صاحب کی تنقید کی اہمیت اس کے عمق اور معنویت سے زیادہ اس کی وسعت، اور تاریخیت میں ہے۔ وہ جدید اردو ادب کے راہنما اور بانیوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے ایک نئے ادبی دبستان و تحریک کی نہ صرف بنیاد رکھی بلکہ علم و فن اور اردو ادب کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔ یہاں ان کے تعلیمی سفر اور سیاسی کامیابیوں کا ذکر بے محل نہ ہو گا۔

1904 میں شیخ صاحب نے "لنکزان لندن"، انگلستان میں بار ایٹ لاء کی ڈگری کے حصول کے لیے داخلہ لیا اور 1907 میں بار ایٹ لاء کی ڈگری لے کر وطن واپس آ گئے۔ دوران تعلیم انہیں یورپ کے مختلف ممالک بالخصوص انگلستان اور فرانس کی سیر کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے یورپ کے کلچر کو دیکھا اور تاریخی مقامات کی سیر کی۔ اسی دوران وہ ترکی بھی تشریف لے گئے اور وہاں کی تہذیب و تمدن کا مشاہدہ کیا۔

شیخ صاحب کا سفر نامہ ترکی بعنوان "مقام خلافت" اور سفر نامہ یورپ" نت نئے نظارے" مخزن میں شائع ہوتا رہا۔ شیخ صاحب اپنے سفر نامے "مقام خلافت" میں لکھتے ہیں:

> "آب و دانہ کی کشش۔ سیر و سفر کی عادت یا مقام خلافت کی زیارت کی دیرینہ آرزو گزشتہ سال موسم گرما میں مجھے استانبول لے گئی۔ وہاں چند ہفتے نہایت لطف سے گزرے، عثمانیوں کی اخوت اسلامی نے غربت میں وطن کا سماں باندھ دیا۔ دن گزرتے معلوم نہ ہوئے۔ چار ہفتے ٹھہرنے کے ارادے سے گیا سات ہفتے رہا۔"(۱۳)

شیخ صاحب نے یورپ سے وطن واپسی پر یورپ کے احوال لکھے جو مخزن میں "نت نئے نظارے" کے عنوان سے پانچ اقساط کی صورت میں شائع ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "یورپ کے بعض قابل دید مقامات جو میں نے گزشتہ سال دیکھے۔ اُن کے نظارے چشم تصور میں اب تک جاگزین ہیں۔ حالات سفر کا وہ حصہ جو استانبول کے متعلق تھا علیحدہ کتاب کی صورت میں " مقام خلافت" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ استانبول میں چونکہ بہت دن قیام رہا وہاں کے حالات کا علیحدہ چھپنا ضروری تھا۔ باقی مقامات کے مشاہدات باقساط درج مخزن کیے جائیں گے۔ آج قسط اول ہدیہ ناظرین ہے۔ اس میں یورپ کے مشہور خوش نظر مقام لوسرن کے سفر کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ کئی ہفتے ایسے گزرے کہ روز کسی نئے مقام کی سیر ہوتی تھی اور نئے نظارے۔ اسی لیے اس سلسلے کا نام "نت نئے نظارے" کہتا ہوں۔"(۱۴)

شیخ صاحب نے اپنے سفر نامہ یورپ میں مقام لوسرن کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "صبح شام سینکڑوں تماشائی اس چوٹی پر موجود رہتے ہیں۔ اور جو تماشا وہاں انہیں نظر آتا ہے۔ الفاظ اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ تصور کیجئے کہ جھیلیں چھوٹی بڑی اور اُن کے گرد کے اشجار و انہار۔ کوہ دہاموں۔ شہر و قریہ سب وہاں نظر آتے ہیں۔ اور یہ سین اہل نظر کے دل چھینے لیتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اس سے ذرا اُونچی چوٹیاں اسی کے قریب برف سے ڈھکی ہوئی نظر آتی ہیں۔"(۱۵)

سفر نامہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ اس کی قوت مشاہدہ تیز ہو، تخیل کی روانی ہو، قوت بیان کا سلیقہ ہو، تجربات و مشاہدات کو لفظوں کی مالا میں پرونے کا فن آتا ہو، جس ملک کا سفر نامہ لکھ رہا ہے اس کی تاریخ و ثقافت، رسم و رواج، اس کے پہناوے، پکوان، بول چال، کے بارے میں گہری شناسائی ہو اور جب سفر نامہ لکھے تو اس میں ندی کی سی اٹھکیلیاں، شوخیاں، مدھ بھری مترنم موسیقی کی لے پڑھتے ہوئے قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لے۔ شیخ سر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

عبدالقادر کے ہاں ہمیں مذکور عناصر کا عمدہ امتزاج ملتا ہے۔ جو قاری کے لیے خوشگوار حیرت کا باعث ہے۔ ان کی جزئیات نگاری منظر کشی بہت عمدہ ہے۔ جو پڑھنے والے کو نت نئی معلومات سے آشنا کرتی ہے۔ محاورات، ترکیبات، روزمرہ کا بر محل استعمال ان کی زبان و بیان پر دسترس کی چغلی کھاتے ہیں۔

انہوں نے لندن سے واپس آکر دہلی، لاہور اور لائل پور میں کچھ عرصہ پریکٹس کی۔ 1921 میں لاہور ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے اور یہاں سے سیاسی سفر کا آغاز ہوا۔ 1924 کو پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے، کونسل کے نائب صدر اور صدر کے عہدوں پر فائز رہے۔ اسی کونسل کے وزیر تعلیم پنجاب بھی بنے۔ 1930 میں لاہور ہائی کورٹ کے ایڈیشنل جج بنے اور 1944 میں چیف جسٹس بہاول پور مقرر ہوئے۔ اس عہدے پر 1945 تک براجمان رہے۔

جہاں شیخ عبدالقادر کی ادبی اور صحافتی خدمات نمایاں ہیں وہاں ان کا ایک پہلو بہ طور قانون ساز یعنی پارلیمنٹرین بھی ہے۔ انہوں نے 2 جنوری 1924 کو بحیثیت ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل حلف اٹھایا اور 17 مارچ 1924 کو پہلی مرتبہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں بہ طور رکن اپنے خیالات کا اظہار اپنے حلقہ نیابت میں کالجوں کے قیام کے مسئلہ پر کیا۔:

> "جناب عالی! اگر میں ایک ایسے سوال پر خاموشی کو راہ دوں جس کا تعلق میرے حلقہ نیابت کے تین اضلاع سے ہے تو میں اپنے رائے دہندگان کی نمائندگی میں کوتاہی کرنے کا سزاوار ہوں گا۔ اول تو مجھے یہ بیان کرنا ہے کہ جہاں تک میں ان تین مجوزہ انٹر میڈیٹ کالجوں کی جائے قیام کے سوال پر کیمبل پور، لائل پور اور گجرات کے باشندگان کی رائے دریافت کر سکا ہوں، مجھے یقین ہے کہ ان اضلاع میں اس تجویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ دوم تعلیمی نکتہ نگاہ سے بھی اس تجویز کے اجرا سے یقیناً اشاعت تعلیم کو بہت مدد پہنچے گی۔ اس بحث میں فرقہ وارانہ مناقشہ کا پیدا ہو جانا مجھے ہرگز پسند نہیں ہے۔ میرے نزدیک ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کی تعلیم کا سوال ان اقوام پر انفرادی حیثیت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو ایک ایسا سوال ہے جسے متحدہ طور پر حل کرنا چاہیے تاکہ سب کو یکساں فائدہ پہنچ سکے۔ اس مد کے عطیہ کے اصل مطالبے پر تین ترمیموں کی تحریک ہوئی اور یہ امر قابل مسرت کہ ان ترامیم کے محرک حضرات یعنی پروفیسر رچی رام، رائے بہادر لالہ سیوک رام اور پنڈت نانک چند صاحبان نے اپنی تقاریر کے دوران میں اصل تجویز سے پوری ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب ان انٹر میڈیٹ کالجوں کے افتتاح کے خلاف نہیں ہیں۔ وہ صرف یہی چاہتے ہیں کہ ان کالجوں میں نوجوانوں کی تعلیم کے طریق میں کوئی مفید طلب اصلاح کی جائے۔ لہذا یہ اختلاف اصلی اصول سے کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ اور ہم یہ بخوبی استنباط کر سکتے ہیں کہ اس تجویز کے اصول کے متعلق کونسل ہذا میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ ان آرٹس کالجوں کے مفید یا غیر مفید ہونے کے سوال پر غور کرنے میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ لوگ ابھی تک اس طریق تعلیم کے خواہاں ہیں۔ ہزارہا طلبہ دسویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد ہمارے آرٹس کالجوں میں داخلے کے متلاشی ہوتے ہیں مگر ان میں سے بہت سے ناکام رہتے ہیں۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ لوگوں میں اس طریق تعلیم کی زبردست طلب موجود ہے اور طلب و رسد کے سادہ اصول کے مطابق ہمیں طلبہ کی روز افزوں تعداد کی تعلیم کے لیے ضروری سامان مہیا کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں طلبہ کے والدین کو لاہور میں اپنے بچوں کو تعلیم دینے پر بہت زیادہ خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی درس گاہ ان کے گھروں کے عین قریب واقع ہو تو یقیناً ان کا بار ہلکا ہو جائے گا اور انہیں اپنے گھروں میں یا قریب میں تعلیم کی ویسی ہی سہولیتں ہوں جو صرف مرفہ الحال لوگوں کو لاہور میں میسر ہو سکتی ہیں۔ مزید برآں ان کالجوں کے افتتاح سے آپ دماغی ترقی اور روشن خیالی کے لیے مرکز قائم کر دیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

گے اور ان تعلیمی درس گاہوں کی بدولت ایک ایسی فضا پیدا ہو جائے گی جس سے حقیقی معنوں میں صوبہ ہذا کی ترقی میں اضافہ ہو گا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ کونسل ہذا اس تجویز کو منظور کرے گی۔"(۱۶)

شیخ عبدالقادر 5 جنوری 1924 کو نائب صدر منتخب ہوئے اور اس عہدے پر 16 جنوری 1925 تک قائم رہے۔ انہوں نے بہ طور نائب صدر استعفی دے دیا۔ 16 جنوری 1925 کو بہ طور صدر پنجاب لیجسلیٹو کونسل منتخب ہوئے۔ انہوں نے صدر منتخب ہونے کے بعد اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا:

"میں اس موقع پر کونسل ہذا کے معزز ممبر صاحبان کا صدق دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے مجھ کو مجلس وضع آئین و قوانین پنجاب پہلا غیر سرکاری صدر منتخب کر کے نہایت عزت بخشی ہے۔ گزشتہ چار سالوں کے دوران میں اس بلند مرتبت عہدے پر انڈین سول سروس کے دو برگزیدہ ممبر فائز رہ چکے ہیں جو اپنی اعلیٰ قابلیت اور پختہ اور مختلف النوع تجربے کے لحاظ سے اس کے لیے نہایت موزوں تھے۔ ہماری کونسل کے پہلے صدر آنریبل مسٹر مانٹیگو بٹلر (جو اب سر مانٹیگو بٹلر کے خطاب سے ملقب ہیں) اس وقت صوبہ جات متوسط کی گورنری کے ممتاز عہدے پر رونق افروز ہیں۔ ان کے بعد اسی اعلیٰ سول سروس کے ویسے ہی برگزیدہ ممبر یعنی آنریبل مسٹر کیسن (Casson) تشریف لائے جنہوں نے اب تک کرسی صدارت کو مزین فرمایا ہے اور جن کی رہنمائی میں مجھے ان رسوم اور معمولات کو سیکھنے کا موقع ملتا رہا ہے جو کونسل ہذا کے طریق کار کی تنظیم و تنسیق کے متعلق ہیں۔ ان کی غیر جانب داری اور ایمانداری میں بحیثیت صدر پارلیمنٹیری طریق کی بہترین روایات کے مطابق عمل کرنے کی خواہش اور کونسل ہذا کے کل فرقوں کے ساتھ یکساں طور پر خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ یہ سب امور ایسے ہیں جن کی تصدیق ان تمام تقریروں سے بخوبی ہوتی ہے جو مسٹر کیسن کے متعلق ہم سب ابھی سن چکے ہیں۔ جو حضرات کونسل میں مسٹر کیسن سے ملتے رہے ہیں، وہ سب ان کی ان صفات کو شکریے کے ساتھ یاد رکھیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس امر سے کہ مجھ کو مرقوم الفوق فاضل پریذیڈنٹ صاحبان کی جگہ پر کام کرنا ہے ان فرائض کی گراں قدری میں اضافہ ہوتا ہے، جو مجھ پر عائد کیے گئے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ کونسل ہذا کے معزز ممبر صاحبان مجھ کو اپنی پوری اعانت سے ممنون کریں گے تاکہ میں اپنے فرائض کو طمانیت بخش طریق میں ادا سکوں۔ جب تک میں اس عہدے پر ہوں، میری یہ کوشش ہو گی کہ غیر جانبداری اور ایمانداری سے کام کروں اور ان روایات کو برقرار رکھوں جو میرے ممتاز متقدم پریذیڈنٹ صاحبان نے قائم کی ہیں۔"(۱۷)

شیخ عبدالقادر نے 4 ستمبر 1925 کو صدر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر وزیر تعلیم پنجاب کا قلم دان سنبھال لیا۔

بطور پارلیمنٹیرین انہوں نے عدل وانصاف، انسان دوستی اور حلقے کے عوام کی نیابت کو جس حسن و خوبی سے نبھایا اور ان کے حقوق کی نگہداشت کی شاندار روایات قائم کیں، وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ لیکن آج کے پارلیمنٹیرین کے لیے بھی وہ مشعل راہ ہیں۔ انہوں نے لاہور ہائی کورٹ میں جج کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ایڈیشنل جج رہے، بہاولپور کے چیف جسٹس رہے، غرض یہ کہ انھیں جو بھی ذمہ داری سونپی گئی، اسے احسن طریقے سے پورا کیا۔ میر تقی میر نے ایسے بیدار مغز اور انصاف پسند لوگوں کے لیے کہا ہے۔

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ سدا یاد رہو

آج شیخ سر عبدالقادر کو اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً اکہتر سال ہو چکے ہیں۔ ان کی انمٹ یادیں ابھی تک دلوں پر نقش ہیں اور ان کی عظمت کی یاد دلاتی ہیں۔ شیخ سر عبدالقادر اگر اور کچھ نہ کرتے تو ان کا جاری کردہ رسالہ "مخزن" انہیں حیات جاوداں بخشنے کے لیے کافی تھا۔ تاریخ کا مطالعہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

اس بات پر دال ہے کہ ایسی نابغہ شخصیات ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا گوارا نہیں کرتیں بلکہ ہر لمحے کچھ نہ کچھ نیا کرنے کی دھن ان کی دل و دماغ پر سوار رہتی ہے۔ شیخ سر عبدالقادر کی شخصیت بھی ایسی نابغہ ہے۔ صحافی، جج، پارلیمنٹیرین، سیاست دان، ماہر تعلیم، نثر نگار، تخلیق کار، نقاد، مصلح، مدیر، کالم نگار، مردم شناس، انسان دوست، خادم اردو، اور دیگر ایسی خصوصیات ہیں جو انہیں اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان کی وفات ایک عہد کی داستان اپنے باطن میں سموئے ہوئے ہے۔ 9 فروری 1950ء کو انہوں نے اس عالم آب و گل کو خیر باد کہہ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا اور یوں عہد تمام ہوا۔ معاصر اخبارات نے تعزیتی پیغامات شائع کیے۔ شعرا نے تاریخیں کہیں۔ ریڈیو پاکستان سے تعزیتی پیغامات نشر ہوئے۔

ذیل میں معاصر جرائد سے انتخاب کر کے چند تعزیتی پیغامات درج کیے جاتے ہیں۔

حامد علی خاں لکھتے ہیں:

"بانی مخزن کی رحلت۔۔ مخزن کی پنجاہ سالہ تاریخ میں 9 فروری کی صبح کتنی منحوس تھی کہ اس دن "مخزن" اپنے بانی، مدیر اول اور مدیر اعزازی یعنی حضرت استاذ الاساتذہ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمتہ کے ظل عاطفت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔"(۱۸)

حفیظ ہوشیار پوری لکھتے ہیں:

" آفتاب انجمن شیخ عبدالقادر

۱۹ ۵۰

انجمن جس کے دم سے روشن تھی۔۔ بجھ گئی آج اُس کی شمع حیات

زندگی اُس کی انجمن کا چراغ۔۔۔ انجمن کا چراغ سال وفات

1369ھ

اُسے ڈھونڈا کریں گی اب نگاہیں۔۔ وہ تھا قلب و دماغ شہر لاہور

ہوا بے تاج فرق انجمن جب۔ کہا میں نے چراغ شہر لاہور۔"(۱۹)

1950=1-1951 ا=1

ریڈیو پاکستان کا اظہار غم۔ 9 فروری کا نشریہ:

"آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔ آج صبح لاہور کی ایک محفل آراستی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہم سے چھن گئی — شیخ عبدالقادر رحلت فرما گئے۔ کم و بیش پون صدی کی دلچسپ حکایات سنانے والے اب خاموش ہو گئے۔ یادوں کی دنیا ختم ہو گئی۔۔"(۲۰)

منشی تلوک چند محروم از دہلی سے لکھتے ہیں:

"کل شام کو افسوسناک خبر سنی کہ ہمارے کرم فرمائے دیرینہ شیخ عبدالقادر صاحب رحلت فرما گئے پنجاب میں صف ماتم بچھ گئی ہو گی۔ کاش ہم وہاں پہنچ کر اظہار رنج و غم کر سکتے یہ ممکن نہیں۔ دل پر جو گزری ہے خدا ہی اسے جانتا ہے۔"(۲۱)

جمینی سرشار ایڈیٹر نیا جیون فیروز پور ہند سے لکھتے ہیں:

"اخبارات میں قبلہ شیخ صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر دل کو سخت صدمہ ہوا۔ چند ہی روز پہلے ان کی شدید علالت کی اطلاع ملی تھی۔ میں نے محترمی شیخ ریاض قادر صاحب کی خدمت میں خط لکھا مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور اخبارات میں یہ منحوس خبر چھپ کر آ گئی کہ قبلہ شیخ صاحب کے دامن رحمت و شفقت سے ہم لوگ اب محروم ہو گئے ہیں۔"(۲۲)

شورش کاشمیری سے لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

"بلا شبہ شیخ عبدالقادر ہمارے اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان سے اس زمانے کی درخشانی کے تصورات وابستہ تھے۔ جنہیں اب تاریخ نے اپنی آغوش میں محفوظ کر لیا ہے۔ ان کا وجود ایک تمدن کی علامت، ایک ثقافت کا نمونہ اور ایک تہذیب کا مرقع تھا۔"(۲۳)

شیخ سر عبدالقادر ایک ہمہ جہت، ہمہ صفت انسان تھے۔ ان کا دل اہل وطن اور امت مسلمہ کی محبت سے سرشار تھا۔ اردو زبان و ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ اردو کے تحفظ کے لیے 1908 میں اردو سبھا کا قیام بھی انھیں کی کاوشوں کا اعجاز تھا۔ اخوت، مروت، خلوص، ایثار، مشرقی و اسلامی اصولوں کی پاس داری کے سلیقے، قرینے ان کی عادات و اطوار سے ظاہر تھے۔ شورش کاشمیری نے درست لکھا ہے کہ وہ ہمارے اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ایسے خوبصورت لوگوں اور نابغہ شخصیات کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

"وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں میں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں۔"(۲۴)

یہ من موہنی صورتیں قبرستان میانی صاحب لاہور میں آسودہ خاک ہیں۔ زیر خاک ہوتے ہوئے بھی ان کی تخلیقات، ادبی نگارشات، ادبی کارنامے ہماری تاریخ کا نادر حصہ ہیں۔ جن سے آج بھی استفادہ کیا جارہا ہے۔ شیخ سر عبدالقادر کے نوادرات ہمارے لیے آرکائیوز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے کئی پہلوؤں پر تحقیقی مقالات لکھے جاچکے ہیں۔ کتابیں ترتیب دی جاچکی ہیں۔ مضامین لکھے گئے ہیں۔ جن میں ان کی شخصیت کے مختلف جہتوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ سو آج بھی ادبی حوالے سے صحافتی حوالے سے، پارلیمنٹری حوالے سے ان کی خدمات سے استفادے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۸ء، ص:۴۰۰

۳۔ محمد حنیف شاہد، مقالات عبدالقادر، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۶ء، ص:۳۱

۴۔ ایضاً، ص:۳۲

۵۔ ایضاً، ص:۳۲

۶۔ ایضاً، ص:۳۶۔۳۷

۶۔ شیخ عبدالقادر، احوال و آثار، مشمولہ، ششماہی، مخزن، لاہور، شمارہ مسلسل، ۲۰۰۷ء، ص:۱۱۳

۷۔ شیخ عبدالقادر، مخزن، لاہور جلد 1، شمارہ 1، جنوری ۱۹۴۹ء، ص:۵

۸۔ محمد ہارون عثمانی، ڈاکٹر، اُردو زبان و ادب کے فروغ میں مجلہ مخزن لاہور کا کردار، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۶۷

۹۔ حکیم احمد شجاع، لاہور کا چیلسی 2 مشمولہ مخزن لاہور جلد ۲۹، شمارہ ۶، مارچ ۱۹۱۳ء، ص:۵۷۲

۱۰۔ محمد ہارون عثمانی، ڈاکٹر، اُردو زبان و ادب کے فروغ میں مجلہ مخزن لاہور کا کردار، لاہور، الوقار، پبلی کیشنز، 2014، ص:83

11.https://www.punjnud.com, 23-9-2021, 7:30pm, Thursday

۱۲۔ محمد حنیف شاہد، مقالات عبدالقادر، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۶ء، ص:۳،۵-۶

۱۳۔ شیخ عبدالقادر، مقام خلافت یعنی سفر استانبول کے حالات، مشمولہ مخزن، دلی، س ن، ص:۱

۱۴۔ شیخ عبدالقادر، نت نئے نظارے مشمولہ مخزن، لاہور، جلد ۱۴، شمارہ نمبر ۳، دسمبر ۱۹۰۷ء، ص:۱

۱۵۔ شیخ عبدالقادر، نت نئے نظارے مشمولہ مخزن، لاہور جلد ۱۵، شمارہ نمبر ۳، جون ۱۹۰۸ء، ص:۷

۱۶۔ مباحث مجلس وضع آئین و قوانین پنجاب (پنجاب لیجسلیٹو کونسل) اجلاس نہم منعقدہ ۲۔ جنوری تا ۲۴۔ مارچ-۱۹۲۴ء، ص:۴

۱۷۔ مباحث مجلس وضع آئین و قوانین پنجاب، اجلاس دوم منعقدہ ۱۶۔ جنوری ۱۹۲۵ء، ص:۱۲

۱۸۔ حامد علی خاں، مخزن جلد ۳، شمارہ ۳، لاہور، ۱۹۵۰ء، ص:۲

۱۹۔ حفیظ ہوشیاری پوری، مخزن جلد ۳، شمارہ ۳، لاہور، ۱۹۵۰، ص:۴۸

۲۰۔ ریڈیو پاکستان، مخزن جلد ۳، شمارہ ۳، لاہور، ۱۹۵۰، ص:۴۹

۲۱۔ منشی تلوک چند محروم، مخزن جلد ۳، شمارہ ۳، لاہور، ۱۹۵۰ء، ص:۵۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

۲۲۔ جمینی سرشار، مخزن جلد۳، شمارہ3، لاہور، ۱۹۵۰ء، ص:۵۲

۲۳۔ شورش کاشمیری، مخزن جلد۳، شمارہ۳، لاہور، ۱۹۵۰، ص:۵۹

۲۴۔ کلیات سودا، مرزا محمد رفیع سودا، بترتیب جدید، کیسری داس سیٹھ لکھنو، نول کشور، ۱۹۳۲ء ص:۱۰۹